سندھی ادب کے عہد تعمیر کے چند اہم شعری رجحانات: تحقیقی جائزہ

The Research study of poetic trends in Sindi progressive literary age

*Dr. Hakim Ali Buriro

Abstract

The progressive age starts after the British annexed in sindh.in this age the modern poetic trends emerged and left an enormous effect on Sindhi literature.The poetry become as manifesto of social and economic thoughts.

The feature of realism, dissemination and diffusion in different genres paved the progressive poetic trend.The aesthetic heights generated in every genre of poetry like Kaffi,Ghazal,naat,heroic ballad and in romantic essays.In this research paper some sindi poets poetic trends of this age will highlight.

Keywords:

تمہید

ادب میں تبدیلیوں کا معاملہ کسی کلینڈر اور تقویم ماہ وسال کا محتاج نہیں ہوا کرتا اور نہ کسی خاص رجحان کے آغاز کے بارے میں کامل کے ساتھ یہ کہنا ممکن ہوا کرتا کہ اس نے فلاں تاریخ کو ادب میں ظہور کیا تھا۔اس سلسلے میں دوسری اہم بات یہ بھی ہے کہ خیالات وتصورات میں تبدیلی یک دم نہیں آیا کرتی بلکہ یہ موج در موج اور آہستہ روی کے ساتھ ظہور پذیر ہوتی ہے۔اسی طرح ادب میں ایسا بھی نہیں ہوا کرتا کہ پرانے خیالات اور ماضی میں جاری رجحانات یک لخت ختم ہو جاتے ہوں اور کسی خاص تاریخ سے انھیں کالعدم قرار دے دیا جاتا ہو۔بلکہ ماضی کے خیالات معروضی حالات میں رفتہ رفتہ کم زور ہوتے چلے جاتے ہیں،ان کی اثر پذیری مدہم پڑنے لگتی ہے اور دائرہ محدود سے محدود تر ہوتے ہوتے نئے خیالات کے لیے جگہ چھوڑ جاتے ہیں۔چنانچہ جدید سندھی شاعری کے باب میں بھی یہ توقع کہ جدید خیالات وتصورات نے کلاسیکل خیالات اور ماضی کے تصورات شاعری اور رواج کو بالکل ہی کالعدم کر دیا ہو گا،زیادہ درست نہیں۔

---

*Department of Pakistani Language, AIOU

چنانچہ ''مرزا قلیچ بیگ، شمس الدین بلبل، مولوی اللہ بخش ابو جھو، اخوند فقیر محمد عاجز، مولوی عبدالغفور مفتوں، محمد ہاشم مخلص، میر عبدالحسین سانگی، میر حسن علی خاں وغیرہ کے اندازِ شاعری جن کا آغاز انیسویں صدی میں ہو چکا تھا، بیسویں صدی میں بھی جاری رہے، یہ وہ لوگ تھے جن کے سائے انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے اوائلی عشروں پر پڑتے رہے ہیں، خصوصا مرزا قلیچ بیگ کے اثرات نے جدید سندھی شاعری کو براہ راست متاثر کیا ہے۔[1]

ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی اس عہد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ'' اس دور کی سندھی شاعری میں بڑی وسعت اور گہرائی ہے۔مضامین کے تنوع اور مفہوم میں مقصدیت کے لحاظ سے بھی اور فکر وفن کی بلندی اور پختگی کے اعتبار سے بھی۔اس دور کے شعرا نے شاعری کی ہر صنف پر طبع آزمائی کی ہے۔بیت اور کافی کے بھی بلند پایہ شاعر پیدا ہوئے اور عروضی شاعری کے میدان میں بھی متعدد سندھی شعرا نے قدم رکھے ہیں۔غزل میں نعتیہ (اور عشقیہ مضامین کے علاوہ معاشی و معاشرتی امور پر بھی اظہارِ خیال کیا گیا۔صرف یہی نہیں بلکہ شعرا میں نئے نئے رجحانات بھی پیدا ہوئے ''۔[2]

مرزا قلیچ بیگ، شمس الدین بلبل، اللہ بخش ابو جھو، محمد ہاشم مخلص اور ان کے بعض دوسرے ہم عصر شعرا جنھوں نے اگر انیسویں صدی میں اپنی شاعرانہ قدر و قیمت منوالی تھی اور جن کے زیر اثر جدید خیالات اور نئے طرز اظہار سندھی شاعری میں کامیابی کے ساتھ متعارف ہو چکے تھے۔بیسویں صدی کی اگلی تین چار دہائیوں تک ان کی صدائے بازگشت سنائی دیتی رہی ہے۔لیکن وقت کے ساتھ نئے ہنرمند اور صاحب صلاحیت تخلیق کار شاعری کی اسٹیج پر نمودار ہوتے رہے ہیں اور اپنے اپنے انداز میں اپنے عہد کی ترجمانی کر کے سندھی شاعری کو زیادہ سے زیادہ باثروت بناتے رہے ہیں۔ان ہی لوگوں میں شامل مندرجہ ذیل نام ایسے ہیں جنھیں شاید کوئی بھی نظر انداز نہ کر سکے۔

مصری شاہ (۱۹۰۴ء) ، حکیم فتح محمد سہوانی (۱۹۴۲ء)، دین محمد وفائی، مولوی عبدالغفور ہمایونی مفتون (۱۹۱۹ء) ، غلام احمد نظامی (۱۹۱۰ء) میر علی نواز علوی (۱۹۲۰ء)، حکیم محمد واصل درس (۱۹۲۰ء)، میر عبدالحسین سانگی (۱۹۱۲ء)، آخوند فقیر محمد عاجز (۱۹۱۸ء)، محمد عاقل عاقلی (۱۹۴۱ء)،

جمعو خاں غریب (۱۹۵۳ء) آغا غلام نبی صوفی شکار پوری(۱۹۳۸ء)، لیکھ راج کشن چند عزیزوغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

جناب ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی نے لاڑکانے کے بعض شاعروں کا خصوصیت سے تذکرہ کیا ہے اور عروضی

شاعری کے باب میں ان کی کوششوں کو یہ نظر احسن سراہا ہے، ان کے جاری کردہ مشاعروں اور دیگر ادبی سرگرمیوں نے لاڑکانہ ضلع اور اس سے . ملحق علاقوں میں ایک ایسی چہل پہل پیدا کر دی تھی جو تاریخی اہمیت حاصل کر گئی ہے۔چنانچہ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی اس دور کے لاڑکانے کے شاعروں کو لاڑکانوی اسکول" کا تشخص دیتے ہیں جس کے اثرات صرف لاڑکانہ تک محدود نہ تھے بلکہ جیکب آباد، شکار پور تھل اور دادو وغیرہ کے شعرا بھی ان کے حلقہ اثر میں شامل تھے۔لاڑکانہ کے قائم شدہ مشاعروں کی طرز پر پورے سندھ میں مشاعروں کا رواج ہوا۔ اس عہد کے صاحب طرز شعرا میں حاجی محمود خادم، میاں علی محمد قادری، نواز علی نیاز، محمد صدیق مسافر، لطف اللہ بدوی، عبدالحلیم جوش ، شمس الدین بلبل، رشید احمد لاشاری وغیر ہ کے نام اہم ہیں۔بعد کے عشروں میں مخدوم محمد زمان طالب المولی ، ڈاکٹر ابراہیم خلیل شیخ، حافظ محمد احسن، شیخ عبداللہ عبد، غلام محمد گرامی اور محمد خاں غنی وغیرہ وہ صاحب طرز لوگ ہیں جنھوں نے قدیم طرز کو نہ صرف اپنائے رکھا بلکہ نئی طرز اظہار کی گنجائشیں بھی پیدا کی ہیں۔معروف سندھی محقق، نقاد اور اسکالر ڈاکٹر پروفیسر غلام علی الا نہ اپنی مختصر انگریزی کتاب An Introduction to Sindhi Literature میں رقم طراز ہیں کہ جدید سندھی ادب کا سب سے شان دار دور موئن جو دڑو کے آثار قدیمہ کی بازیافت (۱۹۲۶ء) اور سکھر بیراج کی تعمیر کے نتیجے میں برپا ہونے والی تبدیلیوں کے نتیجے میں آغاز ہوا ہے۔اور اس عہد میں پیدا ہونے والے خیالات نے شعر و ادب کو بھی متاثر کیا ہے۔ڈاکٹر غلام علی الا نہ سندھی معاشرے پر جنگ عظیم کے اثرات کا بھی تذکرہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جنگ عظیم اوّل نے دنیا بھر کو ایک ہمہ گیر تبدیلی سے دوچار کر دیا تھا۔چنانچہ سندھی معاشرہ اور اس کا ادب بھی ان تبدیلیوں

سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔ڈاکٹر پروفیسر غلام علی الانہ جدید سندھی شاعری کو رجحان کے اعتبار سے مندرجہ ذیل تین دائروں میں تقسیم کرتے ہیں۔

پہلے دائرے میں شامل شاعروں کو وہ مصری شاہ کا دبستانِ شاعری" (Misri Shah's School of Poetry) کا نام دیتے ہیں۔اس دبستان میں سندھ کی روایتی شاعری اور قدیم شاعرانہ اقدار کو فروغ حاصل رہا ہے۔سندھی شاعری کی روایتی صوفیانہ شاعری کا تطبع اور صوفیانہ مضامین کو نئے معاشرتی تناظر میں برتنے کا احساس اس دبستانِ شاعری کی اہم خصوصیت کہی جاتی ہے۔پروفیسر ڈاکٹر غلام علی الانہ اس دبستانِ شعر کے سب سے مقدم اور محترم نمائندہ مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ کی شاعری کو قرار دیتے ہیں جو جدید سندھی ادب کی ایک نمایاں شخصیت ہیں۔ان کے علاوہ وہ حسن بخش شاہ، مولانا غلام محمد گرامی، محمد خاں غنی، عارف المولی، مولوی احمد ملاح، سرشار عقیلی، حافظ شاہ حسینی، بیخود حسینی اور خادم سروری وغیرہ کو اس دبستان سے وابستہ شاعر قرار دیتے ہیں۔

دوسرے دائرے میں ڈاکٹر غلام علی الانہ جن شعرا کو شامل کرتے ہیں، انھیں اجتماعی طور پر شاعری کے دبستان ٹھٹھوی" کا نام دیتے ہیں اور حاجی محمود خادم کو اس کا رہنما بتاتے ہیں۔اس دبستان سے وابستہ شعرائے کرام فارسی آمیز قدیم شعری روایت کے اسیر ہیں اور گل و بلبل، شمع و پروانہ کے استعاروں میں شعر کہنا پسند کرتے ہیں۔ڈاکٹر محمد ابراہیم خلیل حافظ حیات شاہ، سوبھراج نرمل فانی، جمعہ خاں غریب، لیکھ راج عزیز، عبداللہ عبد، فیض بخشاپوری، نواز علی نیاز، مظفر حسین جوش، منظور نقوی، غلام احمد نظامی، لطف اللہ مروی ، مغل غلام سرور وغیرہ شامل ہیں۔عبدالرزاق راز نے اس مدرسہ فکر کے شعرا پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اُن لوگوں کے خیالات اور شعری تصورات میں کوئی ندرت اور حقیقت نہیں ہے۔یہ اپنے ماحول اور زمانے سے ماورا شاعری کرتے ہیں اور محض قدیم فارسی تشبیہ و استعاروں کے زور پر لوگوں کو متاثر کرنا چاہتے ہیں۔ڈاکٹر غلام علی الانہ کی رائے اس سے مختلف ہے اور وہ ان لوگوں کو فارسی زبان

اور محاورہ پر غیر معمولی قدرت رکھنے کو سراہتے ہیں۔چنانچہ سندھی شاعری کے لیے ان لوگوں کی خدمات نظر انداز نہیں کی جاسکتی ہیں۔

ڈاکٹر غلام علی الانہ تیسرے دائرے کے شعرا کو دبستان بیوس" کا نام دیتےہیں جسے عرف عام میں ترقی پسند شاعری کا دبستان بھی کہا جاتا ہے۔اس مدرسہ شاعری کا آغاز بیسویں صدی کی تیسری دہائی سے ہو گیا تھا۔جب معروضی حالات کے تحت جدید اور ترقی پسند سندھی معاشرہ تشکیل پانے لگا تھا اور سندھی نوجوان نسل میں ایک نوع کا قومی طرز احساس ابھر نے لگا تھا۔ جدید تعلیم اور دانش کے فروغ نے سندھی ادب و شعر پہ نئی نئی راہیں روشن کرنا شروع کر دی تھیں، دیہی و شہری معاشرے میں غربت زدہ عوام کی زبوں حالی نے اس دبستان سے وابستہ شاعروں میں ایک طرح کی بے اطمینانی پیدا کردی تھی جس کے اظہار کے لیے انھوں نے شعر ادب کو منتخب کیا تھا، اخوت، مساوات اور محنت کا احترام اس دبستانِ شاعری کے بنیادی موضوعات تھے۔[3]

اگر بہ غور دیکھا جائے تو ترقی پسند شاعری کے اصل بنیاد گزار مرزا قلیچ بیگ ہیں کیوں کہ مرزا قلیچ بیگ شمس الدین

بلبل اور اللہ بخش ابوجھو وغیر ہ نے انیسویں صدی کے نصف آخر ہی میں سندھی شاعری کو ترقی پسند تصورات سے

روشناس کرا دیا تھا، جس کی توسیع اور تہذیب کشن چند بیوس اور ان کے ساتھیوں نے کی ہے جن میں حیدر بخش جتوئی، دیوان داس آزاد نارائن شیام ہوند راج دکھائیل، ہری دریانی دلگیر، رام پنجوانی، گوبند بھائیہ ، شیخ ایاز، شیخ عبدالرزاق راز وغیر ہم شامل ہیں۔سندھی میں ترقی پسند ادب کے رجحانات دراصل اسی مدرستہ فکر کے ذریعےداخل ہوا۔اس دبستانِ شاعری سے تعلق رکھنے والوں نے جہاں ایک طرف قدیم شاعری کی زندہ روایت کو آگے بڑھایا ہے اور قدیم اصناف سخن کو نئے انداز عطا کیے ہیں، وہیں خیال اور اظہار کی سطح پر نئے نئے اور جدید مضامین اور اسلوب بھی دیئے ہیں۔انھوں نے سندھی شاعری کو قومی بیداری کے لیے استعمال کیا ہے اور

سندھی عوام میں اپنے ماحول و معاشرے کے مسائل کے ساتھ ساتھ عالمی صورتِ حال کی بابت سوجھ بوجھ پیدا کرنے کی کوشش بھی کی ہے، انھوں نے بالعموم فارسی آمیز قدیم استعارہ کے استعمال سے پر ہیز کیا ہے لیکن جہاں کہیں ضرورت ہوئی ہے تو قدیم استعاروں کو بھی نئے معنی اور مفہوم میں استعمال کیا ہے۔مغربی نظریات، خیالات اور تصورات کے ساتھ ساتھ ہندی، بنگالی اور اردو کی ترقی پسند ادب کی تحریکوں کے اثرات بھی قبول کیےہیں اور مغربی اثرات کے تحت متعدد جدید اصناف محسن بھی اختیار کیے ہیں۔جیسے بلینک درس آزاد نظم، سانیٹ، ہائیکو وغیرہ کے نہایت کامیاب تجربے کیے گئے ہیں۔

ڈاکٹر غلام علی الانہ نے پروفیسر ایل ایچ اجوانی کے حوالے سے دیوان دیا رام . گڈومل (۱۹۲۷-۱۸۵۷ء) کا خصوصیت سے تذکرہ کیا ہے جن کی مرتب کی ہوئی بعض نظمیں من چابک (Whips of the mind) کے عنوان سے شائع ہوئی تھیں جن میں آزاد نظم کے کامیاب تجربے کیے گئے تھے۔ان نظموں کے وسیع پیمانے پر اثرات مرتب ہوئے تھے اور نوجوان شعرا نے اس کا تتبع کیا تھا۔"اسی زمانے میں لال چند امر ڈنومل نے سادا گلاب، ارجل اسرانی اور ہری رام ماری والہ نے بنگلہ اور ہندی سے رابندر ناتھ ٹیگور اور دوسرے لوگوں کی شاعری کو سندھی زبان میں منتقل کیا تھا۔اس طرح سادھو ٹی ایل واسوانی نے گیتا کا، پروفیسر ایم یو ملکانی نے ٹیگور کی گیتا نجلی اور 'باغبان کا اور ڈاکٹر من شرمانی نے قاضی نذر الاسلام کی نظم 'باغی' کو سندھی میں ترجمہ کیا۔ان سب کی مشترکہ کوششوں نے جدید سندھی شاعری کے دامن کو باثروت بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے"۔[4]

اس عہد میں تخلیقی سطح پر نہایت تیز رفتار اور سنجیدہ چہل پہل کا احساس ہوتاہے۔سیاسی، سماجی، ثقافتی تقریبات میں

قومی اور اصلاحی شاعری کی پیش کش معمول بنتی جارہی تھی۔شاعروں ادیبوں کی انجمنیں، ادارے، ساہتہ ، منڈل

اور جماعتیں قائم ہو رہی تھیں جو اپنے اپنے دائرہ کار میں کانفرنسیں منعقد کرتے اور مشاعرے برپا کرتے تھے۔لاڑکانہ کے شعرا نے عروضی شاعری کے فروغ کے لیے مشاعرے منعقد کرنے شروع کیے اور شعر و شاعری کی اشاعت کے لیے لاڑکانہ ہی سے گل دستہ ادب سندھ کے نام سے جریدہ جاری کیا۔۱۹۳۹ء میں حاجی محمود خادم اور ان کے رفقا کی کوششوں سے 'سندھ سدھار سوسائٹی، کا قیام عمل میں آیا جس نے سندھ کے طول و عرض میں مشاعروں کی روایت کو فروغ دیا۔سندھ میں جگہ جگہ ادبی کانفرنسیں منعقد ہونے لگیں۔چنانچہ ۱۹۴۶ء میں لاڑکانہ میں ادبی کانفرنس منعقد ہوئی جس کے اختتام پر جمعیت الشعراء سندھ کے نام سے ایک انجمن قائم کی گئی جس کے بنیادی مقاصد میں مشاعروں کے انعقاد کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔اس سے قبل ۱۹۴۲ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین کا قیام عمل میں آچکا تھا۔جس کے پہلے سیکریٹری گوبند مالھی بھی مقرر ہوئے تھے۔لیکن انجمن ترقی پسند مصنفین کے پیش نظر صرف شاعری کا فروغ نہیں تھا بلکہ وہ پورے ادب کو معاشرتی تناظر میں آگے بڑھانے کی خواہش مند تھی اور اس لیے اس کی معروضیت مختلف النوع اور ہمہ جہت قسم کی تھی ۔

ڈاکٹر غلام علی الانہ اور بعض دوسرے ناقدینِ ادب اس عہد کو مختلف رجحانات ودبستانوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ لیکن اگر یہ غور سے دیکھا جائے تو اس عہد کی شاعری اپنے رجحانات، میلانات، موضوعات، رویے اور اسلوب کی بنیاد پر دو بڑے دبستانوں میں تقسیم کی جانی چاہیے کہ ان سے زیادہ دبستانوں کی تقسیم نہ صرف الجھن کا سبب بنتی ہے بلکہ ان کے درمیان کوئی خاص خط امتیاز کھینچنا بھی ممکن نہیں ہوتا۔ہمارے خیال میں مذکورہ دو دبستان حسب ذیل ہیں:

(۱) کلاسیکل یا روایتی دبستانِ شاعری

(۲) جدید ترقی پسند دبستانِ شاعری

کلاسیکل یا روایتی دبستانِ شاعری کے کئی ذیلی رویے ہو سکتے ہیں۔کوئی اس دبستان کو دبستان مصری شاہ کا نام دیتا ہے اور کوئی دبستانِ ٹھٹھوی اور کوئی لاڑکانوی دبستان سے عبارت کرتا ہے۔لیکن دراصل ان سب دبستانوں میں جو قدر مشترک شامل ہوتی ہے، وہ ان کی قدیم روایتی شعری رجحان، رویئے اور اسلوب سے وابستگی چنانچہ

روایتی دبستان میں قدیم فارسی اور اردو شاعری کے اثرات نمایاں دکھائی دیتے ہیں جب کہ جدید ترقی پسند دبستانِ شاعری میں نئے خیالات کی پذیرائی کے ساتھ ساتھ جدید اسلوب شاعری اور نئی اصناف سخن کی طرف رجحان ہوناشروع ہوا۔

حوالہ جات

1۔ میمن عبدالمجید سندھی، سندھی ادب کی مختصر صر تاریخ، انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی، جام شورو، ۱۹۸۳ء ص، ۴۰۶

Memon abdalmjid sindhi, sindhi adab ki mukhtasir sr tareekh, insti tute of sindhdiyalogy, jaam shoru, s ۱۹۸۳ء,۴۰۶

2۔ نبی بخش خان بلوچ، سدھ ادب مختصر تاریخ، پاکستان اسٹڈی سینٹر، سندھ یونیورسٹی، جام شورو، ص ۴۱۸

Nabi bakhash Khan balouch, sudh adab mukhtasir tareekh, Pakistan study center, Sindh university, jaam shoru, s ۴۱۸

3۔ میمن، عبدالمجید سندھی، سندھ ادب میں مختصر تاریخ، ص، ۴۰۴

Memon, abdalmjid sindhi, Sindh adab mein mukhtasir tareekh, s, ۴۰۴

4۔ شیخ عبدالرزاق راز، سندھی غزل جو تجزیو، ادبی انسٹی ٹیوٹ آف سندھ لاجی، جام شورو، ص، ۱۱

Sheikh Abdul Razzaq raaz, sindhi ghazal jotajzio, adbi insti tute of Sindh laji, jaam shoru, s, ۱۱